بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

alislam.org

یہ ایک حیران کُن توارد ہے کہ وطنِ عزیز پاکستان کو جب بھی سیاسی عدمِ استحکام اور اندرونی و بیرونی خطرات کا سامنا ہوتا ہے تو ایک مخصوص طبقۂ علماء جو زیادہ تر جمعیت علمائے پاکستان کے احراری گروپ سے تعلق رکھتا ہے مُلک کی توجّہ اصل اور حقیقی خطرات سے ہٹا کر جماعتِ احمدیہ کی طرف مُنعطف کرنے کی بھرپور کوشش شروع کر دیتا ہے۔ اِس کوشش میں یہ لوگ اِس قدر جوش دکھاتے ہیں کہ سچ اور جُھوٹ، حقیقت اور افسانہ، اِنصاف اور بے اِنصافی کی کوئی تمیز باقی نہیں رہتی یہاں تک کہ جب عوام النّاس جُھوٹ کی تکرار کو سُن سُن کر اس پر سچ کا گمان کر کے ان کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں تو بد قسمتی سے دیگر بہت سے مکاتبِ فکر کے علماء بھی اِس اِحتمال سے ان کی تقلید پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ مبادا وہ خاموش رہ کر جماعتِ احمدیہ کی تائید کرنے والوں میں شمار نہ کئے جائیں یا کہیں اِس جہاد کا تمام تر اعزاز ان لوگوں کے حصّے میں ہی نہ آ جائے۔

آجکل جبکہ مُلک کے اِستحکام کو سبوتاژ کرنے کے لئے اندرونی اور بیرونی

عوامل سر اُٹھا رہے ہیں اور شمال اور مشرق سے بعض خطرات پیش قدمی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ان علماء کی طرف سے جماعتِ احمدیہ کے خلاف فِتنہ و فساد برپا کرنے کی سرتوڑ کوشش بھی روز بروز شدت اِختیار کرتی جا رہی ہے۔

پاکستان کی تاریخ سے شناسائی رکھنے والے اہلِ وطن غالباً اِس یاددہانی کے محتاج نہیں کہ قیامِ پاکستان سے قبل احراری علماء کا یہی وہ گروہ تھا جو رُوس نواز اِنڈین نیشنل کانگرس کا پُرجوش مویّد اور بانیٔ پاکستان حضرت قائدِاعظم محمد علی جناح کے اشدترین مخالفوں میں سے تھا۔ پس ہر اہم قومی بُحران کے موقع پر اِس گروہ کا جماعتِ احمدیہ کی مخالفت میں پیش پیش ہونا بےمقصد اور بےمعنی نہیں۔

حال ہی میں جماعتِ احمدیہ کی مخالفت میں جو تحریک چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے اس کا زیادہ تر حصہ جماعتِ احمدیہ کے مقدّس امام اور دیگر بزرگان کے خلاف اِنتہائی فحش کلامی پر مشتمل ہے۔ ایسی زبان اِستعمال کی جا رہی ہے کہ اسے نقل کرنا بھی کِسی شریف اِنسان کا قلم گوارا نہیں کرتا۔ لیکن تعلیمِ قرآن ہمیں اِس عمل سے باز رکھتی ہے کہ اِس جہالت کا جواب جہالت سے دیں لہٰذا اِس معاملہ کو ہم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ البتہ یہ دیکھ کر تعجب اور افسوس ضرور ہوتا ہے کہ وطنِ عزیز کے مسلمان شرفاء ان لوگوں سے کیوں نہیں پُوچھتے کہ منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر ایسی زبان اِستعمال کرتے ہوئے تم کیوں خدائے اَحکم الحاکمین کو بھُول جاتے ہو؟ کیوں خوفِ خدا

نہیں کرتے ؟

موجودہ تحریک کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جماعتِ احمدیہ پر اِنتہائی ناپاک اور بے سروپا اِلزامات لگائے جا رہے ہیں۔ احمدیوں کو قوم، وطن اور اِسلام کا غدّار قرار دیا جا رہا ہے۔ ہر قسم کے بھیانک جرائم اِن کی طرف منسوب کئے جا رہے ہیں اور اِس بِناء پر احمدیوں کے خلاف کُھلم کُھلا قتل و غارت کی تلقین کی جا رہی ہے، اِن کے اَموال لُوٹنے کی ترغیب دی جا رہی ہے، اِن کے شہری حقوق اور مذہبی آزادی کو سَلب کرنے کے مشورے دیئے جا رہے ہیں لیکن کوئی نہیں جو انہیں روکے اور مہذّب مملکت میں بَسنے والے پُرامن اور قانون پسند شہریوں کی حق تلفی سے انہیں باز رکھے۔ کوئی آواز ظالم کے خلاف اور مظلوم کے حق میں نہیں اُٹھتی ـــــ سب خاموش ہیں۔ وہ شاعر بھی جو ویت نام اور جنوبی افریقہ کے لئے تو تڑپ اُٹھتے ہیں۔ وہ ادیب بھی جو نکاراگوا اور اری ٹیریا کی حمایت میں آواز بلند کرتے ہیں اور وہ کالم نویس بھی جو فلپائن اور بھارت کی مُسلم اقلیتوں کے حقوق کی تائید میں شدید اِضطراب دکھاتے ہیں خود اپنے وطن میں اپنے شہروں، اپنے دیہات اور اپنی گلیوں میں رُونما ہونے والی اِنسانی حقوق کی اِس پائمالی کا کوئی نوٹس نہیں لیتے۔ اَربابِ حَل و عَقد کی خاموشی کا عُقدہ بھی لاینحل ہے۔ رمُوزِ سلطنت کو جاننے والے ہی اِن اِسرار سے پَردہ اُٹھائیں تو اُٹھائیں ہم تو صرف یہ دیکھ رہے ہیں کہ کوئی نہیں جو ان کی زبانوں کو اَدب سکھائے اور قانون کی بالادستی کے سبق ان کو پڑھائے۔

اِس معاملہ کو بھی ہم اَحکم الحاکمین خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ پہلے

بھی بارہا اِبتلاء کے اِن کربلاؤں میں سے اِنتہائی صبر و رضا کے ساتھ گذر چکی ہے۔ وہ خدا جو ہمیشہ اِس مظلوم جماعت کی نصرت فرماتا رہا ہے اَب بھی اُسی کی ذات اور اُس کی قادرانہ تائیدات پر ہماری نظر ہے۔

ایک تیسرا پہلو اِس مخالفت کا یہ ہے کہ اِسلام کے مقدّس نام پر رائے عامہ کو یہ باور کرانے کی کوشِش کی جا رہی ہے کہ جہاں تک احمدیوں کا تعلق ہے اِسلام میں ان کے لئے بنیادی اِنسانی حقوق، حقوقِ شہریّت اور شرفِ اِنسانیت بلکہ عام حُسنِ سلوک کی بھی کوئی گنجائش نہیں اور مذہبی اِختلاف کی بِناء پر جبر کرنا نہ صرف جائز بلکہ کارِ ثواب ہے۔ چنانچہ حکومت سے جماعت کے خلاف اِنتہائی ناواجب پابندیاں عائد کرنے کے مطالبات ہو رہے ہیں اور عوامی جذبات کو اپنی تائید میں اُبھار کر جماعت کے مذہبی مُعتقدات میں مداخلت کے لئے راستہ ہموار کیا جا رہا ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اِس ضمن میں ہم اپنے مؤقف کی وضاحت کریں تاکہ آپ خود فیصلہ کر سکیں کہ ہمارے خلاف اِن لوگوں کے مطالبات کِس حد تک مبنی بر اِنصاف ہیں۔ آئندہ چند صفحات میں ہم اِسی موضوع پر اپنے خیالات کا اِظہار کریں گے۔

alislam.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

alislam.org

گذشتہ کچھ عرصہ سے پاکستان کے بعض اخبارات میں چند مخصوص حلقوں کی طرف سے یہ آواز اُٹھائی جارہی ہے کہ احمدی چونکہ ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ 'غیر مسلم' قرار دئے جاچکے ہیں اِس لئے ان کو "اسلامی شعائر" اور اصطلاحات مثلاً نبی، رسول، صحابی، اُمّ المؤمنین، اہلِ بیت، علیہ السلام، رضی اللہ عنہ، مسجد، اذان وغیرہ کے اِستعمال سے روکا جائے کہ اِس سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

ایک سرسری مطالعہ سے ہی یہ واضح ہوجاتا ہے کہ یہ مطالبہ اِسلام کی ہمہ گیر اور دِلکش تعلیمات کے صریحاً خلاف ہے۔ کیوں نہ ہو اِسلام تو شرفِ اِنسانیت اور آزادئ ضمیر کا سب مذاہب سے بڑھ کر علمبردار ہے۔ عام دُنیا کے پارلیمانی نظاموں اور قانون سازی کے طے شدہ رہنما اصولوں کو ہی دیکھیں تو یہ مطالبہ ان کے معیار سے بھی گرا ہوُا نظر آتا ہے۔

۱۹۷۳ء کے آئین میں کی گئی ترمیم ۲ جس کی بناء پر یہ مطالبہ کیا جارہا ہے وہ محض ایک "تعریف" پر مشتمل ہے۔ اِس تعریف کی رُو سے احمدیوں کو آئینی اور قانونی اغراض کیلئے مسلمان نہیں سمجھا گیا۔ گویا ایک ایسا قانون جو محض مسلمانوں کے لئے نافذ کیا گیا ہو اُس کا اطلاق احمدیوں پر نہیں ہوگا۔ اِس کے علاوہ یہ آئینی ترمیم کسی مزید اَمر کی متقاضی نہیں اور

نہ ہی یہ آئینی ترمیم احمدیوں کے دیگر شہری حقوق اور مذہبی تحفظات کو کسی رنگ میں مسدود یا محدود کرسکتی ہے۔

اِسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ قرآن کریم خدا کا کلام ہے اور اس میں دی گئی تعلیمات بغیر کسی تخصیص کے بنی نوعِ اِنسان کی فلاح و بہبود اور رُوحانی ترقیوں کے لئے وقف ہیں۔ اِسلام آزادئ ضمیر، حُریّتِ فکر اور مذہبی رواداری کا اِس شدّت سے داعی ہے کہ اس کی نظیر دیگر مذاہب میں نہیں ملتی۔ پس زیرِ نظر مطالبہ اِسلام کے نام پر پیش کرنا یقیناً اِسلام کی تعلیم کے صریحاً خلاف ہے۔

جب ہم زیرِ نظر مطالبہ کا نسبتاً تفصیل سے مطالعہ کرتے ہیں تو کئی اہم سوال اُٹھتے ہیں جن کو نظر انداز کرکے ہم کسی معقول اور منصفانہ نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ مثلاً چند بنیادی سوال یہ پیدا ہوں گے کہ

ا۔ اگر پاکستان کی موجودہ جمہوری اکثریّت کے نزدیک احمدی غیر مسلم ہیں تو پھر احمدی کا مذہب آخر کیا ہے؟

ب۔ کیا احمدی کا مذہب بھی یہ جمہوری اکثریّت تجویز کرے گی یا احمدی کو خود اپنے مذہب کی تعیین کا حق ہے؟

ج۔ اگر احمدی کا مذہب کسی غیر احمدی جمہوری اکثریّت نے تجویز کرنا ہے تو کیا احمدی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس مجوزہ مذہب کو تسلیم کرنے سے اِنکار کردے اور اسی عقیدہ پر ایمان رکھے جس پر دِل سے یقین رکھتا ہے؟

ظاہر ہے کہ کوئی معمولی فہم کا اِنسان بھی اِن سوالات پر غور کرکے اِس کے سوا نتیجہ اَخذ نہیں کرسکتا کہ احمدی عقیدہ اور مذہب کا کوئی نام رکھنے کا اگر جمہوری اکثریّت کو حق

alislam.org

بھی تھا تو بھی اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ پہلے ان کے مذہب کا نام ان کی مرضی کے خلاف کچھ اَور تجویز کرے پھر وہ مذہب بھی خود بنا کر دے اور کسی کتاب کو ماننے اور کسی کتاب کو نہ ماننے کا حکم صادر کرے۔ پس جب احمدی اور صرف احمدی ہی مجاز ہیں کہ اپنے مذہب کی تفصیل اور خدوخال بیان کریں تو طے کرنے والی بات صرف یہ رہ جاتی ہے کہ خود احمدیوں کے نزدیک ان کے مذہبی اِعتقادات کیا ہیں اور کن باتوں پر عمل کرنا ان کے لئے ضروری ہے اور کن باتوں سے بچنے کا حکم ہے۔ ظاہر ہے کہ احمدی مذہب کو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے الفاظ سے بہتر الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ تو سُنئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے الفاظ میں احمدی کا مذہب کیا ہے:۔

"ہم اِس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشرِ اجساد حق، اور روزِ حساب حق، اور جنّت حق، اور جہنّم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیانِ مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعتِ اِسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے۔ یا ترکِ فرائض اور اباحت کی بُنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اِسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دِل سے اِس کلمۂ طیّبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اِسی پر مَریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے اُن سب پر ایمان لاویں اور صوم اور

صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اِسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اِعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سُنّت کی اجماعی رائے سے اِسلام کہلاتے ہیں اُن سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔" (ایّام الصّلح صفحہ ۸۶، ۸۷)

"ہم مسلمان ہیں۔ خدائے واحد لاشریک پر ایمان لاتے ہیں اور کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قائل ہیں اور خدا کی کتاب قرآن اور اُس کے رسول مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جو خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ ہے مانتے ہیں اور فرشتوں اور یوم البعث اور دوزخ اور بہشت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں اور اہلِ قبلہ ہیں اور جو کچھ خدا اور رسولؐ نے حرام کیا اُس کو حرام سمجھتے ہیں اور جو کچھ حلال کیا اُس کو حلال قرار دیتے ہیں اور نہ ہم شریعت میں کچھ بڑھاتے اور نہ کم کرتے ہیں اور ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں پہنچا اُس کو قبول کرتے ہیں چاہے ہم اُس کو سمجھیں یا اس کے بھید کو سمجھ نہ سکیں اور اُس کی حقیقت تک پہنچ نہ سکیں اور ہم اللہ کے فضل سے مؤمن موحّد مسلم ہیں۔"

(نور الحق جزء اوّل صفحہ ۵)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کے اپنے الفاظ میں یہ ہے ایک احمدی کا مذہب۔ اس احمدی مذہب کا نام غیر احمدی اکثریت جو چاہے رکھ دے لیکن احمدی مذہب کو تبدیل کرنے کا اُسے کوئی حق نہیں۔

دوسرا بنیادی سوال یہ ہے کہ احمدی جس مذہب کو عین اِسلام سمجھتے ہوئے اُس پر پُورے خلوص سے عمل پیرا ہیں اگر وہ غیروں کے نزدیک اِسلام نہیں بلکہ کوئی اَور مذہب ہے تو وہ جو چاہیں اسے قرار دیں مگر اُس مذہب کے پیروکاروں کو اُس پر عمل درآمد کرنے سے روکنے کا دُنیا میں کسی کو کوئی حق نہیں یہی وہ نکتہ ہے جس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آئینِ پاکستان میں آرٹیکل ۲۰ کو شامل کیا گیا۔ اس آرٹیکل کی رُو سے ہر پاکستانی شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جو بھی عقیدہ اور مذہب رکھے اس کا بَرملا اظہار کرے اور اس پر عمل کرے اور اس کی تبلیغ کرے۔

اگر عقلی اور مذہبی تقاضوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو بھی آزادیٔ ضمیر کی اس واضح دستوری ضمانت کے بعد یہ مطالبہ دستوری لحاظ سے بھی کسی غور کے لائق نہیں ٹھہرتا۔

دِلشکنی: جہاں تک کسی مذہبی اِختلاف کی بناء پر کسی فرد یا جماعت کی دِلشکنی کا تعلق ہے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے تمام پہلوؤں پر تعصبات سے خالی ہو کر تدبّر کی ضرورت ہے۔ ایک مُلک میں مختلف خیال اور عقائد کے حامل افراد بستے ہیں اُن کے جذبات کی راہوں کو متعیّن کرنا پڑتا ہے کہ انہیں کس مقام پر ٹھیس پہنچ سکتی ہے اور کس پر نہیں۔

اِس پہلو سے جب اِس مسئلہ پر نظر ڈالتے ہیں تو دِلشکنی کی جو بھی تعریف کریں، محض اختلافِ عقیدہ کو اور اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرنے کو دِلشکنی قرار نہیں دیا جا سکتا ہمارے ملک میں بھی ارشاداتِ قائدِ اعظم اور مروجہ قوانین اِس اَمر کی ضمانت دیتے ہیں کہ محض عقیدے سے اِختلاف اور اپنے عقیدہ کے مطابق عمل، جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا موجب نہیں ہو سکتا۔ ہر شہری خواہ اس کا تعلق اکثریت سے ہو یا اقلیت سے اِس پہلو سے وہ برابر کے

عقوق رکھتا ہے۔ پاکستانی ہندوؤں، عیسائیوں اور پارسیوں کے عقائد بلاشبہ اسلام کی صریح بنیادی تعلیمات کے خلاف ہیں لیکن ان عقائد پر عمل پیرا ہونے کی انہیں کھلی اجازت ہے اور یہ اجازت کسی مسلمان کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتی۔ اسی طرح ایک ہندو، عیسائی یا پارسی کا مسلمانوں کے عقائد کی اشاعت پر بھڑکنے کی بجائے رواداری سے کام لینا ایک قانونی اور اخلاقی تقاضا ہے تو کیا اس وطنِ عزیز میں صرف ایک احمدی ہی کو اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرنے کی اجازت نہیں ہوگی؟

بفرضِ محال اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ صرف احمدیوں کو اپنے عقیدہ اور مذہب پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہوگی کیونکہ اس سے غیر احمدی اکثریت کی دلشکنی ہوتی ہے تو دلشکنی کے اس مسئلہ کی ایک انتہائی مضحکہ خیز بلکہ المناک تصویر ابھرے گی اور یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ

اوّل:۔ تثلیث کا عقیدہ قرآن کریم کے مطابق وہ عقیدہ ہے کہ قریب ہے اس سے زمین پھٹ جائے اور پہاڑ لرز کر گر پڑیں وہ تو کسی مسلمان کی دلآزاری کا موجب نہیں بن سکتا نہ ہی صلیب کی عبادت ان کے دلوں کو چرکے لگا سکتی ہے۔ ہاں اگر دلآزاری کا موجب ہے تو بس یہ امر کہ غیر مسلم قرار دئے جانے کے باوجود احمدی کیوں اب تک اللہ کو واحد اور لاشریک مانتے ہیں اور اس خدائے واحد و لاشریک کی پرستش اپنا اہم ترین فریضہ سمجھتے ہیں۔

دوم:۔ اور پھر اس بات سے تو مسلمان اکثریت کی دلآزاری نہ ہوگی کہ دوسرے مذاہب کے بنیادی عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ ہمارے آقا و مولا اصدق الصادقین، محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ، صلی اللہ علیہ وسلم، نعوذ باللہ اپنے دعویٰ میں سچے نہ تھے۔ لیکن احمدیوں کا اپنے آقا و مولا حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب مخلوقات کا سردار بلکہ وجہِ

تخلیقِ کائنات ماننا اور سب نبیوں سے آپؐ کے افضل ہونے کا اِقرار کرنا اور اِس بات پر ایمان رکھنا کہ اَب صرف اور صرف حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دامن سے وابستہ ہو کر خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل کیا جاسکتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پرے ہٹ کر ایک شمہ بھر بھی برکت حاصل نہیں کی جاسکتی۔ مسلمانوں کی اکثریت کے نزدیک شدید دِلآزاری کا موجب سمجھا جائے گا۔

یہاں ایک ضمنی سوال یہ بھی اُٹھتا ہے کہ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں سے بڑھ کر سچّا اور واجب الاطاعت ماننے سے دِلآزاری نہیں ہوسکتی تو واجب الاطاعت مان کر پھر عملاً اطاعت کرنے میں کیسے دِلآزاری ہو جائے گی؟ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَلْبَابِ۔ اے صاحبِ عقل لوگو! کچھ تو غور کرو۔

سوم:۔ پھر قرآن کریم کو لیجئے۔ ایسے لوگ بھی اِس مُلک میں بستے ہیں جو قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں سمجھتے بلکہ خود حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا مَن گھڑت کلام یقین کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے عقائد اور قرآن کریم کے متعلق ان کے مُنکرانہ خیالات تو مسلمان اکثریت کی دِلآزاری اور دِلشکنی کا باعث نہ ہوں لیکن احمدیوں کا یہ عقیدہ سخت دِلشکنی اور ناقابلِ برداشت دِلآزاری کا موجب بن جائے کہ قرآن کریم کا ہر لفظ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر الہاماً نازل ہُوا تھا اور یہ شروع سے لے کر آخر تک خدا تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور ہر قسم کی برکت قرآن سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کی تعلیم ہر زمانے کے لئے مکمّل و اکمل ہے اور دُنیا کی رُوحانی امور میں بھی اور دُنیاوی امور میں بھی نجات اور فلاح کا باعث صرف اور صرف قرآن کریم ہی ہے۔ اگر احمدیوں کا یہ ایمان اور یہ عقیدہ کِسی اَدنیٰ عقل رکھنے والے مسلمان کے نزدیک بھی دِلشکنی قرار نہیں دیا جاسکتا تو اِس

عقیدہ کے مطابق عمل پیرا ہونا کس طرح دِلآزاری کا موجب ہو سکتا ہے؟ تو یہاں بھی یہ ضمنی مگر اہم سوال پیدا ہوگا کہ اگر قرآن کریم کو برحق اور واجب الاطاعت تسلیم کرنا دِلآزاری کا موجب نہیں تو اسے برحق سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونا کسی کی دِلآزاری کا موجب کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ عقل و انصاف کے سراسر منافی مؤقف اُس وقت تک اختیار نہیں کیا جاسکتا جب تک پہلے عقل و دانش کو کُلّیتہً چھٹی نہ دے دی جائے۔ اور اگر ایسا کیا جائے تو پھر یہ مضحکہ خیز صورت بھی اس کے نتیجہ میں پیدا ہوگی کہ اکثریت کے نزدیک جو مسلمان ہیں اگر وہ قرآن کریم کو سچا اور واجب الاطاعت تسلیم کرنے کے باوجود اس پر عمل نہ بھی کریں تو اس سے عالمِ اِسلام کی ہرگز کوئی دلآزاری نہیں ہوگی لیکن اگر کوئی اقلیت جسے وہ غیر مسلم سمجھتے ہیں قرآن کو واجب الاطاعت سمجھتے ہوئے اس کے اَحکام پر سختی سے عمل پیرا ہوتی ہو تو اس سے مسلمان اکثریت کے جذبات شدید طور پر بھڑک اُٹھیں گے۔ گویا یہ مشتعل ہجومِ زبانِ خنجر سے یہ اِعلان کرے گا کہ جب دستوری طور پر تمہیں غیر مسلم قرار دیا گیا ہے تو پھر تمہیں قرآن کریم اور سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا سمجھتے ہوئے ان کی اطاعت کا کیا حق رہتا ہے۔ تمہاری یہ گستاخی کسی قیمت پر برداشت نہیں کی جاسکتی۔

اِسلام اور دِلآزاری

چونکہ دِلآزاری کا یہ عُذر اِسلام کے نام پر تراشا جارہا ہے اِس لئے آئیے ہم دِلآزاری کے بارہ میں اِسلامی تعلیم کا عمومی نظر سے جائزہ لیتے ہیں کہ یہ دِلآزاری ہے کیا چیز۔ قرآن اور سُنّت اِس پر کیا روشنی ڈال رہے ہیں اور دِلآزاری کی کیا حدود و تجویز کی گئی ہیں۔ اِس مطالعہ سے پہلی حقیقت جو نمایاں طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اِسلام کے نزدیک غیر مذاہب کا اِسلامی اِعتقادات اور اَعمالِ صالحہ میں شریک ہونا ایک قابلِ تعریف فعل قرار پاتا ہے نہ کہ قابلِ مذمت و دِلآزاری۔ چنانچہ قرآن کریم اہلِ کتاب کو مخاطب

alislam.org

کرتے ہوئے اِشتراکِ عمل کی یہ دعوتِ عام دیتا ہے :۔

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اٰل عمران : ۶۵)

یعنی (اے محمدؐ) تو کہہ دے کہ اے اہلِ کتاب! اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان قدرِ مشترک ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض بعض کو خدا کے سوا ارباب نہ بنائیں۔

غرضیکہ اِسلام کا حوصلہ تو اِتنا وسیع ہے کہ وہ لوگ جو غیر مسلم کہلانے پر فخر کرتے ہیں ان کو بھی نیک عقائد اور نیک اعمال میں اِشتراکِ عمل کی خود دعوت دیتا ہے کجا یہ کہ اہلِ اِسلام کو اس پر مشتعل ہونے کی تلقین کرے۔

پس دِلآزاری کا جو تصور قرآنِ کریم میں ملتا ہے وہ اِشتراکِ عقیدہ اور اِشتراکِ عمل سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ کچھ اَور چیز ہے۔ چنانچہ قرآن کریم منافقین کی طرف سے مسلسل کی جانے والی دِلآزاری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے :۔

فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَیْرِ اُولٰٓئِكَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ۝ (الاحزاب : ۲۰)

ترجمہ : پھر جب خوف کا وقت جاتا رہتا ہے تو وہ تم پر تلواروں کی طرح کاٹنے والی زبانیں چلاتے ہیں۔ وہ بھلائی کے معاملہ میں سخت بخیل ہیں (یعنی تم اُن سے کوئی اچھی بات نہیں سنو گے اور اچھا عمل نہیں دیکھو گے) یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے پس اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع فرما دیا اور یہ اللہ کے لئے آسان بات ہے۔

اِس آیتِ کریمہ پر غور کرنے سے جہاں دِلآزاری کا مفہوم سمجھ آجاتا ہے وہاں یہ نکتہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی واقعی دِلآزاری کا مرتکب ہو تو اِسلام اس کی کیا سزا تجویز کرتا ہے۔یہ قابلِ غور اَمر ہے کہ اِتنی شدید دِلآزاری کی سوائے اِس کے کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی کہ اللہ تعالیٰ دِلآزاری کرنے والوں کے اَعمال کو ضائع کر دے گا۔گویا جہاں تک واضح مسلمہ دِلآزاری کا تعلق ہے وہاں بھی تعزیر کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور مسلمانوں کو مقابل پر دِلآزاری کی تلقین بھی نہیں کی۔ہاں بعض دیگر آیات پر غور کرنے سے اِس حد تک جوابی کارروائی کا جواز ضرور ملتا ہے کہ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ : ۴۱) کہ بدی کا ویسا ہی بدلہ لیا جاسکتا ہے جیسی بدی ہو۔لیکن یہ حق صرف مسلمانوں کو ہی نہیں دیتا کفّار اور مُشرکین کو بھی برابر دیتا ہے جیسا کہ فرمایا :۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍؕ (الانعام : ۱۰۹)

یعنی تم کِسی کے معبودانِ باطلہ کو بھی گالی نہ دو ورنہ وہ بھی دشمنی میں آکر لاعلمی کی وجہ سے خدا کو گالیاں دینے لگیں گے۔

اِس اصولی تعلیم کے پیشِ نظر زیادہ سے زیادہ اِنسان کا یہ حق تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی کِسی کو گالی دے اور سخت کلامی کرے تو جواباً وہی سلوک اس سے کر لیکن اس سے زیادہ نہیں۔لیکن اگر کوئی تمہارے نزدیک غیر ہو لیکن تمہاری اچھی باتوں کو پسند کرے اور ان کی نقل کرے تو اس دِلآزاری کا سوائے اِس کے اَور کوئی بدلہ سوچا نہیں جاسکتا کہ تم اسکی اچھی باتوں کی نقل کر کے اپنا بدلہ لے لو۔

قرآن کریم پر غور کرتے ہوئے ایک ایسی دِلآزاری کا بھی پتہ چلتا

ہے جو مسلمانوں کی طرف سے کی جاتی ہے اور غیر اس دِلآزاری کا نشانہ بنتے ہیں لیکن اِس قسم کی دِلآزاری کو تسلیم کرنے کے باوجود مسلمانوں کو نہ صرف بے قصور قرار دیا گیا ہے بلکہ اِس دِلآزاری کا اجر عطا کرنے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ توبہ کی آیت ۱۲۱ سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کے چلنے پھرنے سے بھی کفّار کی دِلآزاری ہوتی تھی اور وہ غضبناک ہو جاتے تھے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کو چلنے پھرنے سے روکا نہیں گیا بلکہ اِس بناء پر اَجر کا وعدہ دیا گیا ہے۔

اِس مثال پر غور سے صاف سمجھ آجاتا ہے کہ اگر کوئی اپنے بنیادی حقوق پر عمل کر رہا ہو اور اس سے کسی کی دِلآزاری ہو تو ہرگز اس "دِلآزاری" کی وجہ سے کسی کو بنیادی حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

قرآن کریم کے بعد اُسوۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشعلِ راہ ہے۔ یہ اُسوہ ہمیں دکھاتا ہے کہ کبھی ایک موقع پر بھی اِس بناء پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہیں ہوئے کہ کوئی غیر مسلم اِسلامی تعلیم پر کیوں عمل پیرا ہے۔ یہی نہیں بلکہ کُھلی کُھلی مخالفانہ دلآزاری پر بھی آپؐ نے جو عظیم صبر اور عفو کا نمونہ دکھایا وہ عدیم المثال ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی بن سلول جیسے بَدزبان رئیس المنافقین نے جب ایک غزوہ کے دَوران آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید دِلآزاری کی تو آنحضورؐ نے خود اس کا اِنتقام لینا تو درکنار اپنے اُن عُشّاق کو بھی جو اس بَدزبانی پر سخت مشتعل ہو چکے تھے تعزیری کارروائی سے سختی سے روک دیا یہاں تک کہ اس کے اپنے بیٹے نے بھی جب اجازت چاہی کہ وہ اس گستاخی پر اپنے باپ کو سزا دے تو آپؐ نے یہ اجازت نہ دی۔ عفو اور درگذر اور الطافِ کریمانہ کی حد یہ ہے کہ جب یہی گستاخ فوت ہوا تو صحابہؓ کے مشورہ کے برخلاف خود اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ یہ ہے سُنّتِ رسولؐ کی روشنی میں دِلآزاری کا تصوّر اور اس پر جوابی کارروائی کی تعلیم۔ ہے کوئی دُنیا میں جو اِس شان کا اُسوہ اور اِس حوصلہ

alislam.org

کی کوئی مثال دکھا سکے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

جہاں تک عقائد میں دِلآزاری کا تعلق ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ قلبی کا یہ حال تھا کہ اپنے سے کہیں اَدنیٰ نبیوں کے ماننے والوں کو تو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ بیشک اپنے انبیاء کو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجھتے رہیں لیکن جب مسلمانوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر اصرار کیا اور غیروں نے شکایت کی کہ اِس سے ہماری دِلآزاری ہوتی ہے تو فرمایا:۔

لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰی

اِسی طرح ایک اَور موقع پر فرمایا:۔

لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی

یعنی اَے مسلمانو اگر غیروں کی دِلآزاری ہوتی ہو تو اُن سے مباحثہ کے دَوران اِس بات پر اِصرار نہ کیا کرو کہ مَیں یُونس سے افضل ہوں یا موسیٰ سے افضل ہوں۔ حالانکہ یُونس اور موسیٰ کا کیا سوال آپؐ تو کل انبیاء سے افضل تھے اور رہیں اور رہیں گے۔

ایک طرف تو یہ اُسوۂ نبویؐ ہے کہ کم مرتبہ نبیوں کے متّبعین کو یہ اجازت دی جا رہی ہے کہ اپنے انبیاء کو خاتم الانبیاء سے افضل سمجھیں اور افضل قرار دیں اور ایک طرف آجکل جو مذہبی دِلآزاری کا تصوّر پیش کیا جا رہا ہے اس کی رُو سے احمدی اگر یہ عقیدہ بھی رکھیں کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور اُمتّی تھے اور ہر شرف اور مرتبہ اور عزّت محض اسی غلامی کے نتیجہ میں آپ کو عطا ہوئے تو مسلمانوں کی اِس اعلان پر شدید دلآزاری ہوا ور ایسا اِشتعال پیدا ہو کہ حدِ برداشت سے باہر ہو جائے۔ گویا ایک ہندو کا یہ اِعلان کہ "کرشن" آنحضور صلی اللہ

علیہ وسلم سے ہر پہلو سے افضل ہے کیونکہ وہ مظہرِ خدا ہی نہیں بلکہ مجسّم خدا تھا۔ اور ایک عیسائی کا یہ اِعلان کہ عیسٰی ہر طور پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے کیونکہ وہ ایک اِنسان پیغمبر نہیں بلکہ حقیقتاً خدا کا بیٹا تھا مسلمانوں کی اَدنٰی دِلآزاری کا موجب بھی نہ بنے لیکن بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا یہ اِعلان ان کو سخت غضب ناک کر دے کہ

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دِلبر مِرا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ راہنما یہی ہے

"مَیں اُسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اُس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسمٰعیلؑ سے اور اسحٰقؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسٰیؑ سے اور مسیح ابنِ مریمؑ سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہم کلام ہؤا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور سب سے زیادہ پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اُس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا ہے مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پَیروی سے حاصل ہؤا ہے۔ اگر مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں نہ ہوتا اور آپؐ کی پَیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اَعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں ہرگز کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ کا نہ پاتا۔"

(تجلّیاتِ الٰہیہ)

اَب ہم اِس مسئلہ کے اِس پہلو پر غور کرتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مسلم جو قرآن و سُنّت پر ایمان

نہ رکھتا ہو۔ مثلاً عیسائی ہو یا سکھ ہو قرآنی تعلیم کو پسند کرنے لگے تو قرآن وسُنّت کے کس حکم کی رُو سے اسے اس پر عمل پیرا ہونے سے روکا جاسکتا ہے؟ اگر روکا جاسکتا ہے تو کیا اَوامر و نواہی دونوں پر عمل پیرا ہونے سے روکا جائے گا یا صرف ایک سے۔ مثلاً قرآن کریم فرماتا ہے ایک خدا کی عبادت کرو، مسجدیں بناؤ، سچ بولو، صبر سے کام لو، حلم اختیار کرو، اِنکساری کو اپناؤ، لوگوں پر رحم کرو۔ یہ سب اَوامر ہیں جو قرآن کریم میں مذکور ہیں کیا اِن سب پر عمل پیرا ہونے سے ایک غیر مسلم کو روک دیا جائے گا۔ اگر سب پر نہیں بلکہ صرف بعض پر عمل سے روکا جائیگا تو کس قرآنی حکم کے تابع ایسا کیا جائے گا؟

اگر کوئی یہ موقف اختیار کرے کہ ان سب پر عمل کرنے سے نہیں روکا جائے گا بلکہ وہ نیکیاں جن کا بندوں اور انسانی معاملات سے تعلق ہے ان پر عمل کرنے کی اجازت ہو گی لیکن اُن نیکیوں سے بہرحال روک دیا جائے گا جن کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہے اور جن کو حقوق اللہ کہا جاتا ہے یا عبادت کہتے ہیں۔ مثلاً اذان، نماز، سجدہ، رکوع، ذکرِ الٰہی، نمازِ تہجد، روزہ وغیرہ یہ سب عبادات ہیں اور اسلامی اصطلاحات میں بیان ہوئی ہیں۔ گویا ایک اِسلامی مملکت میں یہ تو اجازت ہو گی کہ جہاں تک قرآن کریم میں بندوں کے حقوق مذکور ہیں ان پر تو ہر غیر مسلم عمل کرسکتا ہے لیکن جہاں تک خدا کے حقوق کا تعلق ہے کسی غیر مسلم کو وہ حقوق ادا کرنے کی اجازت نہ ہو گی۔ اگر ایسا ہو تو کیا کسی "غیر مسلم" کو یہ پوچھنے کا بھی حق دیا جائے گا یا نہیں کہ قرآن کریم وسُنّت سے کہاں ثابت ہے کہ "غیر مسلم" کو حقوق اللہ ادا کرنے کی اجازت نہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر عبادت کرنے کا حق نہیں؟ نیز اِس صورت میں قرآن وحدیث کی رُو سے اِس جُرم کے مرتکب کی کیا سزائیں تجویز کی گئی ہیں؟ لیکن یہ سب سوالات تو تب اُٹھیں گے جب غیر مسلم کو یہ پوچھنے کا حق دیا جائے۔

alislam.org

جس زمانہ میں پنجاب میں طوائف الملوکی تھی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کو ابھی کوئی نظم وضبط اور قانون نافذ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا تو ایسے واقعات تو سامنے آتے تھے کہ کسی مسلمان کو اِس جُرم میں چھُرا گھونپ دیا گیا کہ اس نے اذان دی تھی۔ نیرنگِ زمانہ خدا نہ کرے اِسلام کو یہ دن بھی دیکھنے پڑیں کہ اذان دینے کے جُرم میں مسلمان 'غیرمسلموں' کو چھُرا گھونپ رہے ہوں۔ اگر ایسا ہوُا تو سکھوں کے تأثرات دیکھنے کے لائق ہوں گے۔

آئیے اَب ہم اِسلامی اِصطلاحات پر اِسلامی شعائر کے مسئلہ کا کسی قدر تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے قابلِ غور امر یہ ہے کہ مبیّنہ اِسلامی اصطلاحات پر قرآن وسُنّت کی رُو سے کِس کے مالکانہ حقوق ہیں اور قرآن کریم کہاں غیرمسلموں کو ان اصطلاحات کے اِستعمال سے روکتا ہے اور اِس جُرم کی سزائیں تجویز کرتا ہے۔ اگر روکتا ہے تو کِس کِس کو روکتا ہے۔ کیا اسے بھی روکتا ہے جو قرآن کریم کو واجب الاطاعت یقین کرتا ہو لیکن بعض دوسرے فرقوں کے نزدیک پکّا کافر ہو بلکہ کافروں سے بھی بدتر ہو۔ بلکہ اسے کافر کہنے سے دوسرے کافروں کی ہتک ہوتی ہو۔ اگر روکتا ہے تو اِس امر کا فیصلہ کِس پر چھوڑتا ہے۔ عوام کی عددی اکثریّت پر یا علماء پر۔ اگر علماء پر چھوڑتا ہے تو ہر فرقہ کے علماء یا بعض پر۔ نیز اِس پر بھی غور فرمایا جائے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ہر فرقہ کے مسلّمہ مستند علماء نے ہر دوسرے فرقہ کے بارہ میں یہ واضح فتویٰ دے رکھا ہے کہ وہ قرآن وسُنّت کو واجب الاطاعت ماننے کے باوجود پکّے کافر ہیں بلکہ دیگر کافروں اور مُشرکوں سے بھی بدتر ہیں تو اس صورت میں کِس فرقہ کے علماء کا فتویٰ نافذ العمل ہوگا اور کِس کا نہیں۔

اِس سوال کا جواب دیتے ہوئے لازماً قرآن وسُنّت سے سَند پیش کرنی پڑے گی۔

اگر جھگڑا نپٹانے کی خاطر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ہر فرقہ کے علماء کو قرآن کریم یہ حق دیتا ہے اور کوئی تفریق نہیں کرتا تو پھر یہ بھی ماننا لازم ہوگا کہ اِس صورت میں کسی مسلمان فرقہ کو بھی یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اِسلامی اصطلاحات اِستعمال کرے۔ غیر مسلم کو تو ویسے ہی حق نہیں مسلمان کہلانے والے کو اِس لئے نہیں کہ مسلمان کہلانے کے باوجود دیگر فرقوں کے علماء اسے پکّا کافر بلکہ کافروں یا مُشرکوں سے بدتر قرار دے چکے ہیں۔

بہرحال خواہ "غیر مسلم" کو اِسلامی اِصطلاح کے اِستعمال سے روکا جائے یا مُسلم کو، یہ حقیقت تو اپنی جگہ رہے گی کہ مذہبی اِصطلاح تو کسی مذہب کی کتاب اور واجب الاطاعت رسول ہی بنا سکتے ہیں پس وہ سب لوگ جو قرآن و سُنّت کو واجب الاطاعت یقین کرتے ہیں انہیں جب قرآن و سُنّت کی اِصطلاحات سے روکا جائے گا تو ان کی اصطلاحیں کون ایجاد کرے گا اور اُن خود ساختہ اصطلاحوں کو ماننے پر انہیں کس فرمانِ الٰہی کے مطابق مجبور کیا جائے گا۔

خواہ آپ کسی کو مسلم کہیں یا غیر مسلم، کافر یا غیر کافر قرآن کریم پر ایمان لانے سے تو آپ کسی قیمت پر اسے روک نہیں سکتے۔ خود قرآن کریم یہ حق اسے دے رہا ہے۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکهف: ۳۰)

ترجمہ:۔ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کُفر اختیار کرے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرة: ۲۵۷)

ترجمہ:۔ دین میں کوئی جبر نہیں۔

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ (یونس: ۱۰۹)

ترجمہ:۔ جو کوئی ہدایت اختیار کرے تو خود اپنے لئے ہی ہدایت کا سامان کرتا

alislam.org

ہے اور جو کوئی گمراہی اختیار کرے تو خود اپنے مفاد کے خلاف گمراہی اختیار کرتا ہے۔

قرآن کریم کے اِس کُھلے کُھلے اِعلان کے بعد قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے آپ کسی کو روکیں گے کیسے، بلکہ اگر یہ ارشادات نہ بھی ہوتے تب بھی کسی کو کسی کتاب یا رسول پر ایمان لانے سے روکنے کا تو کسی انسان کو اختیار ہی کوئی نہیں۔ جب ایمان لانے سے نہیں روکا جا سکتا تو اس ایمان کے مطابق عملدرآمد سے روکنا کیا بُوالعجبی ہے؟

اِسلامی شعائر اگر غیر بھی اَپنائیں تو کسی مُسلمان کی دِلآزاری نہیں ہو سکتی

"اِسلامی شعائر" اپنی ذات میں ایسے شعائر نہیں جنہیں اَپنانے سے نعوذ باللہ اسلام کی توہین ہو یا کسی کے لئے باعثِ دِلآزاری ہوں۔ جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو قرآنی شریعت پر ایمان نہیں لاتے۔ حق یہ ہے کہ ایسے غیر مسلم بھی اگر اسلام کی حسین تعلیم سے متأثر ہو کر اس کے کسی حصّہ پر عمل کرنے کا فیصلہ کریں تو کون ہے جو ان کو اِس نیک اقدام سے روک سکتا ہے۔ پس اگر کوئی غیر مسلم اسلامی تعلیم کے سب پہلو یا ان میں سے چند ایک اَپناتا ہے تو یہ اَمر ایک سچّے مسلمان کے لئے باعثِ مسرّت ہونا چاہیئے نہ کہ باعثِ دِلآزاری۔ معمولی تدبّر سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ایک مذہب کے شعائر دوسرے مذہب والوں کے اَپنانے سے جذبات کو ٹھیس پہنچ سکنے کا اِحتمال ہو تو سب سے پہلے اِس قسم کا مطالبہ یہودی پیش کرتے جو مسلمانوں کے دِل و جان سے دشمن تھے اور ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ختنہ کرانا، حلال گوشت کھانا، داڑھی رکھنا، یہودی مذہب کے شعائر تھے اور ہیں جنہیں مسلمانوں نے بھی اَپنا لیا۔ اِس مجوزہ مطالبہ کو بنیاد بنا کر اگر اسرائیل میں مجبور اور مقہور مسلمانوں کو قانوناً منع کر دیا جائے کہ وہ اپنے بچّوں کا ختنہ نہ کرائیں، حلال گوشت نہ کھائیں تو کیا ایسے ظالمانہ

قانون پر دُنیائے اِسلام تڑپ نہ اُٹھے گی۔ پس اِس قسم کے مطالبوں، سوچوں، یا فیصلوں سے اِسلام کی ہرگز کوئی خدمت نہیں ہوسکتی بلکہ خطرناک رُجحانات کے دروازے کُھلتے ہیں۔

اِصطلاحات جن کے اِستعمال سے مبیّنہ طور پر دِلآزاری ہوتی ہے

زیرِ نظر مطالبہ میں کہا گیا ہے کہ نبی، رسول، صحابی، اُمّ المؤمنین، اہلِ بیت، علیہ السّلام، رضی اللہ عنہ، مسجد اور اذان وغیرہ صرف اور صرف مسلمانوں کیلئے مختص ہیں۔ نہایت اَدب سے گذارش ہے کہ فی الحقیقت ایسا نہیں —— نبی، رسول، کی اصطلاحات عیسائی عام استعمال کرتے ہیں حالانکہ وہ نہ تو مسلمان ہیں اور نہ اِسلام کو سچّا مذہب تصوّر کرتے ہیں لیکن احمدی تو قرآن و سُنّت کے سوا کسی اَور شریعت پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔

'علیہ السّلام' ایک دُعا ہے اور یہ کہنا کہ یہ صرف انبیاءِ کرام ہی کے لئے مخصوص ہے اِس لئے درست نہیں کہ نماز کے دَوران بے عمل مسلمان التحیات میں بیٹھ کر اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ..... اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا پڑھتا ہے۔ گویا اپنے آپ کو حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دُعا میں شریک کرلیتا ہے کہ اَے رسولؐ آپ پر بھی سلامتی اور ہم پر بھی سلامتی ہو۔

شیعہ اپنے غیر نبی ائمّہ کے لئے عَلَیْهِمُ السَّلَام کی اِصطلاح' اِستعمال کرتے ہیں۔ اِسیطرح اِسلامی کتب میں اَور بھی مثالیں ملتی ہیں کہ غیر انبیاء کے لئے "علیہ السّلام" لکھا گیا ہے۔ مثلاً مولانا اسمٰعیل شہید علیہ السّلام (خطبہ امارت ص۱۳) حضرت ابوطالب علیہ السّلام "چودہ ستارے" ص۵ (مولفہ مولوی نجم الحسن کراروی پشاور) 'انوارِ اَصفیاء' ص۱۸ اور ص۲۲۴۔ علاوہ ازیں سرورِ عزیزی' ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص۱۱۰ پر حضرت مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے لکھا ہے:

"علیہ السّلام" کا لفظ قرآن و حدیث کی رُو سے غیر انبیاء کے لئے ثابت ہے۔

جہاں تک احمدیوں کا تعلق ہے ان کو تو بدرجہ اَولیٰ اِس کے اِستعمال کا حق ہے کیونکہ وہ

alislam.org

تو اپنے مطاع حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو غیر شرعی اُمّتی نبی تسلیم کرتے ہیں اور ان کا یہ حق آئینی قرارداد میں تسلیم کیا گیا ہے اِس لئے احمدیوں کو تو یہ آئینی حق حاصل ہے کہ وہ "علیہ السلام" کی اصطلاح استعمال کریں۔ جب نبی ماننے کا حق ہے اور نہ ماننے والوں کی دِلآزاری نہیں ہوگی تو جس کو نبی مانتے ہیں اُس کے لئے 'علیہ السّلام' کی دُعا کا کیوں حق نہیں؟ قبول کرنا یا نہ کرنا صرف خدا کا کام ہے کسی دُعا سے کسی کی دلآزاری کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ عجیب عالَم ہے کہ ایک طرف تو اپنے بزرگوں کو نبی سمجھتے ہوئے بھی ان کے لئے اس دُعا کی اجازت نہیں جو نبیوں بلکہ غیر نبیوں کے لئے بھی کی جاتی ہے اور دوسری طرف دوسروں کے بزرگوں کو گالیاں دینے کا حق بھی موجود ہے اور کسی کی دِلآزاری اِس سے نہیں ہوتی یا شاید دِلآزاری کیلئے اکثریّت اور اقلیّت کے پیمانے الگ الگ ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو قرآن و سُنّت میں کہاں یہ ذکر ملتا ہے؟

صحابی:۔ لفظ صحابی کا جہاں تک تعلق ہے یہ لفظ صحابی یا اصحاب بِلا شُبہ اُن خوش بخت بزرگان کے متعلق بھی بولا جاتا ہے جنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت صُحبت پائی۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لفظ صرف اسی معنی تک محدود ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّتِ مُسلمہ میں ظاہر ہونے والے مسیح کے ساتھیوں کے لئے 'اصحاب' کا لفظ اختیار فرمایا۔ دیکھئے حدیث کی مشہور کتاب صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۲۵۴ طبع بیروت جہاں یہ الفاظ آتے ہیں عِیْسٰی نَبِیُّ اللّٰہِ وَ اَصْحَابُہٗ۔

پھر قرآن کریم کے مطالعہ سے اِس لفظ کے عمومی اِستعمال کی بہت سی مثالیں سامنے آتی ہیں مثلاً اصحاب الکھف، اصحاب الفیل، اصحاب الاخدود، اصحاب مدین وغیرہ۔ بہت سے مقامات پر یہ لفظ اصحاب الجنۃ، اصحاب الیمین، اصحاب الشمال،

اصحاب القبور، کی اضافت سے استعمال ہؤا ہے۔ صحابی یا اصحاب کے لفظ کا بجلّی مفہوم اپنے مضاف الیہ کے ساتھ ہی رل کرادا ہوتا ہے۔ حضرت جعفر صادق کے ساتھیوں کو 'صحابی' کہا گیا (بحوالہ چودہ ستارے ص۲۵۶)۔ شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ نے اپنے ساتھیوں کے متعلق فرمایا اَنَّهُمْ بَعْضُ اَصْحَابِنَا (الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ص۲)

احمدی چونکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی آمد کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی آمدِ ثانی تسلیم کرتے ہیں اِس لئے اُن کے ساتھیوں کے لئے صحابہ کا لفظ استعمال کرنا اِسلامی تعلیمات اور احمدیہ عقیدے کے مطابق ان کے لئے لازمی ہے اور انہیں ہرگز اپنے عقیدے کے خلاف عمل پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

اُمّ المؤمنین:- اِس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ اصطلاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواجِ مطہّرات کے لئے اِستعمال ہوتی ہے لیکن بایں ہمہ اِس لفظ کا اِستعمال دیگر بزرگ خواتین کے لئے بھی اِسلامی لٹریچر سے ثابت ہے مثلاً کتاب "موسوعہ اِصطلاحات العلوم الاسلامیہ" (مصنّفہ شیخ محمد اعلیٰ بن علی تھانوی) مطبوعہ بیروت میں اِس اِصطلاح کے عام استعمال کی بابت مفید بحث موجود ہے۔ اِسی طرح حضرت پیرانِ پیر کی والدہ ماجدہ کے بارے میں "اُمّ المؤمنین" کا لفظ استعمال ہؤا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب "گلدستہ کرامات" ص۱۸ (اُردو ترجمہ کتاب "تذکرہ غوثیہ" از حضرت شیخ محمد صادق الشیبانی) نیز کتاب "سِیَرُ الاَولیاء" مصنّفہ حضرت سیّد محمد بن مبارک کرمانی میں مذکور ہے کہ حضرت خواجہ فرید الدّین شکر گنجؒ اپنے خلیفہ حضرت جمال الدین ہانسویؒ کی ایک خادمہ اور کنیز کو اُمّ المؤمنین کہا کرتے تھے۔ خود پاکستان میں "مادرِ ملّت" جو اُمّ المؤمنین کی ہی فارسی شکل ہے اِستعمال ہوتا ہے لیکن یہ بحث اِس وضاحت کے بغیر نامکمل رہے گی کہ جب احمدی "اُمّ المؤمنین" کی اِصطلاح حضرت مرزا

غلام احمد علیہ السّلام کی زوجہ مطہرہ کے لئے استعمال کرتا ہے تو کوئی معقول اِنسان اِس کا یہ مفہوم نہیں لیتا کہ اُس کی مراد یہ ہے کہ جو لوگ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السّلام کے منکرین میں شامل ہیں نعوذ باللہ حضرت اُمّ المؤمنین اُن کی بھی رُوحانی والدہ ہیں۔ احمدی تو انہیں محض حضرت مرزا غلام احمد علیہ السّلام پر ایمان لانے والوں یعنی احمدیوں کی رُوحانی ماں کہتے ہیں آپ کا اِنکار کرنے والوں کی رُوحانی ماں تو نہیں کہتے۔ اِس بات سے کِسی کی دِلآزاری جائے تعجّب نہیں تو کیا ہے؟

مسجد و اذان:۔ مسجد و اذان کا لفظ صرف مسلمانوں کے لئے مُختص نہیں خود خُدا تعالیٰ نے عیسائی عبادت گاہوں کو قرآن کریم میں مسجد کا نام دیا ہے اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک غیر مسلم لڑکے سے اذان دلوائی جس کا ذکر حدیث کی کتاب "ابوداؤد" "کتاب الاذان" میں ملتا ہے کہ غزوۂ حنین سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کافر کو اذان سکھلائی اور اذان دینے کا ارشاد فرمایا اور جب اسنے خوش اِلحانی سے اذان دی تو حضورؐ نے اسے اِنعام عطا فرمایا۔ اس شخص کا نام "ابو محذورہ" تھا جو بعد میں مسلمان ہو گیا۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ پاکستانی عیسائی، ہندو یا پارسی اِسلام کو سچّا مذہب تصوّر نہیں کرتے اِس لئے وہ اِسلامی شعائر اَپنانے میں کوئی فخر محسُوس نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی نجات عیسائیت یا ہندو مت وغیرہ میں ہی ہے۔ احمدی جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اِسلام پر مکمل ایمان رکھتے ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعویٰ کو سچّا ماننے کو بھی اِسلامی تعلیمات کے عین مطابق سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی اَخلاقی اور رُوحانی ترقیوں کا موجب اپنے اِس عقیدہ کو سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی نجات اِس عقیدے سے ہی ہے۔ ان کی

عبادات وہی ہیں جو قرآن وسُنّت سے ثابت ہیں۔ قرآن وسُنّت کو اپنے لئے واجب الاطاعت یقین رکھتے ہوئے وہ شرعًا مختار ہی نہیں کہ قرآن وسُنّت کی مصطلحات کے علاوہ کوئی اور مصطلحات اِستعمال کریں جو ان کے عقیدے کے صریح خلاف ہوں۔ پس جب تک زبردستی ان کو اِس امر پر مجبور نہ کیا جائے کہ وہ قرآن وسُنّت کو نعوذ باللہ جھوٹ اور اِفتراء یقین کریں جس طرح یہود اور عیسائی اور ہندو یقین کرتے ہیں ان کو قرآن وسُنّت پر عمل سے روکنے کا کسی کو اختیار نہیں۔

کسی کا یہ گمان بھی کہ احمدی آئین کی خلاف ورزی کرتے ہیں اِس لئے مستوجبِ سزا ہیں حقیقت پر مبنی نہیں۔ جیسا کہ اُوپر قدرے تفصیل سے عرض کیا گیا ہے کہ احمدی دل وجان سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب الاطاعت یقین کرتے ہیں اور اپنے عقیدہ اور ایمان کی رُو سے قرآنی شریعت پر عمل پَیرا ہونے پر مجبور ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ان کا ایمان ہے اِس لئے ان کے اس مذہب کا نام آپ جو چاہیں رکھیں دستور کے آرٹیکل ۲۰ مذکورہ کے تحت احمدی کو یہ حق حاصل ہے کہ جس مذہب پر وہ یقین رکھتے ہیں اُس پر آزادی سے عمل پَیرا ہوں۔ احمدی اپنے آپ کو اپنے مُنہ سے 'غیر مسلم' نہیں کہہ سکتے۔ وہ صرف ایسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ احمدی نعوذ باللہ اِسلام کو ایک جھوٹا مذہب سمجھیں۔ مُلکی قانون انہیں اجازت دیتا ہے کہ احمدی آئینی ترمیم کے سبب غیر مسلموں کے ساتھ اپنا ووٹ بنوائیں لیکن احمدیوں نے ایسا نہیں کیا محض خدا کی خوشنودی کی خاطر اپنے آپ کو اِس آئینی حق سے بخوشی محروم کر لیا۔ پس اگر اِسلام اور توحید اور رسالت سے اِنکار کی بجائے احمدیوں نے اپنے شہری حقوق سے محرومی کو قبول کر لیا تو اسے قانون شکنی قرار دینا اُسی کو زیب دیتا ہے جسے قانون کی الف ب سے بھی واقفیت نہ ہو۔ مزید برآں اگر کوئی اپنے بنیادی اِنسانی اور آئینی حق سے محض

اِس لئے محروم رہنے پر مجبور کیا جا رہا ہو کہ وہ اپنے ایمان اور عقیدہ کے خلاف اقرار نہیں کرتا تو یہ اس کے لئے ایک سخت سزا ہے جو اسے سچ بولنے کے جرم میں دی جا رہی ہے اس سزا کو جرم قرار دے کر اس کے لئے ایک نئی سزا کا مطالبہ کرنا اِنسانی نا انصافیوں کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہا ہے۔ اس باب کو روشن کہیں یا سخت تاریک سمجھیں یہ فیصلہ بھی زاویۂ نظر کے بدلنے سے بدل جاتا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ایک مسلمان کے زاویہ سے دیکھا جائے تو کیا نتیجہ نکلے گا۔

احمدی اپنے آپ کو خود غیر مسلم کیوں نہیں تسلیم کرتے اِس لئے کہ وہ اِس بارہ میں بالکل بے اختیار ہیں۔ اگر کسی جمہوری اکثریت کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی جمہوری اقلیت کے مذہب کا نام تجویز کرے تو اس اقلیت کو یہ حق کیوں نہیں کہ خود اپنا نام اپنے عقائد کے مطابق رکھے لیکن جمہوری تقاضوں سے قطع نظر بھی اس معاملے میں احمدیوں کے لئے کوئی اِختیار نہیں ہے۔ جبتک وہ قرآن کریم کو جھٹلائیں نہیں وہ لازماً اِس نام کو تبدیل کرنے کا حق نہیں رکھتے جو قرآن کریم خود اپنے ماننے والوں کو عطا کرتا ہے۔ پس جب تک کوئی ایسا قانون کسی مُلک میں نافذ نہ کیا جائے کہ ملکی دستور جس شخص کو غیر مسلم قرار دیتا ہے اسے اس حق سے بھی محروم کرتا ہے کہ قرآن کریم کو کلامِ الٰہی یقین کرے اور آخری واجب الاطاعت شریعت قرار دے۔ اسے اِس بات پر مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ خود ہی اپنی واجب الاطاعت شریعت کی صریح خلاف ورزی کرے۔ پس اگر اکثریت کو یہ حق حاصل ہے کہ احمدی کو اس کے عقیدے کے خلاف کچھ قرار دے تو احمدی کو بدرجہ اَولیٰ یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے آپ کو وہی قرار دے جو اس کا عقیدہ ہے۔ اِسے قانون شکنی قرار دینا تمسخر نہیں تو اَور کیا ہے ؟